

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو هوازن کی دردمندانہ التجاہیں سنیں اور ان کی درخواست کو رد تو نہ فرمایا بلکہ فرمایا: میں نے تو بہت دنوں تک تمہارا انتظار کیا یہاں تک کہ مجھے یقین ہو گیا کہ اب تم نہیں آؤ گے اور اب تم دیکھ رہے ہو کہ قیدیوں میں سے میرے پاس بہت ہی تھوڑے رہ گئے ہیں۔ باقی سب تقسیم ہو چکے ہیں اور میرے نزدیک سب سے پسندیدہ بات وہ ہے جو سب سے زیادہ سچی ہو۔ لہذا اب تم دو چیزوں میں سے ایک چیز کا انتخاب کر سکتے ہو۔ قیدی مردوں عورتیں یا مال و اسباب

---

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو هوازن کے ان قیدیوں کو نہ صرف بغیر کسی عوض معاوضہ کے آزاد فرمادیا بلکہ انہیں کپڑے بھی عطا کیے

---

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابھی جعرانہ میں ہی تھے کہ ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کے ارادے سے یہاں سے مکہ تشریف لے گئے اور روایات کے مطابق رات کو گئے اور اسی رات کو ہی واپس تشریف لائے

---

مالک بن عوف سارے بنو هوازن اور ثقیف اور دوسرے قبیلوں کو اکٹھا کر کے لے آیا تھا کہ مسلمانوں کو نیست و نابود کر دے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کا پیاسا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ اور عفو و درگزر کا کمال یہ ہے کہ آپ اس کی رشد وہدایت کے پیاسے تھے اور جب وہ ہدایت کا طالب ہو کر آیا تو نہ یہ کہ سب کچھ معاف کر دیا بلکہ اسے وقت کی بیش قیمت دولت کے لحاظ سے سوانح بھی عطا فرمادیے۔

---

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رضائی بہن سے فرمایا اگر تم بہتر سمجھو تو ہمارے پاس ٹھہر جاؤ۔ تمہیں عزت اور اکرام اور محبت ملے گی اور اگر تم اپنی قوم کے پاس واپس جانا چاہتی ہو تو میں تمہارے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں تم وہیں چلی جاؤ

### جنگِ حنین کے حالات و واقعات کے تناظر میں سیرت نبوی ﷺ کا ایمان افروز تذکرہ

مکرم ڈاکٹر لیق احمد فرشخ صاحب آف کینیڈ اور  
مکرم حمید احمد غوری صاحب آف حیدر آباد بھارت کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غالب

میں بھی ان [ڈاکٹر لیق احمد فرشخ صاحب] کے قیام کے دوران گھانا میں رہا ہوں۔ میں نے ان کے ساتھ وقت گزارا ہے اور میں نے ان کو دیکھا ہے۔ انتہائی شریف نفس، عاجز اور خدمت کرنے والے انسان تھے۔ واقفین کا بہت احترام کرنے والے تھے۔ مہماں نوازی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی بلکہ دونوں میاں بیوی مہماں نواز ہیں۔ بہت خصوصیات ایسی تھیں جو بہت کم لوگوں میں ہوتی ہیں

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المؤمنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایڈہ اللہ تعالیٰ  
بنصرہ العزیز فرمودہ ۳/اکتوبر ۲۰۲۵ء بمطابق ۳/اخاء ۱۴۰۴ ہجری مشتمی

بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے  
أشهَدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشَهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔  
أَمَّا بَعْدُ فَاعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَنِ الرَّجِيمِ۔ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿١﴾  
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٢﴾ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿٣﴾ مُلِكِ يَوْمِ الدِّينِ ﴿٤﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴿٥﴾  
إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿٦﴾ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَثْتَ عَلَيْهِمْ لَهُمْ غَيْرُ الْمَعْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ﴿٧﴾

حنین کی جگہ کے بعد اس میں حاصل ہونے والے مالِ غنیمت اور اس کی تقسیم کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس بارے میں مزید واقعات یوں بیان ہوئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح حنین کے بعد تمام اموالِ غنیمت جُعڑانہ مقام پر جمع کرنے کا حکم دیا اور یہ حکم دیتے ہوئے آپ نے طائف کا رخ فرمایا اور کم و بیش ایک ماہ بعد طائف سے واپس جُعڑانہ تشریف لائے اور یہاں پہنچ کر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اموالِ غنیمت تقسیم نہیں فرمائے بلکہ کچھ دن انتظار فرمایا۔ بعض کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ چودہ دن تک انتظار فرمایا کہ شاید بنو ہوازن تائب ہو کر واپس آئیں گے اور ان کے اہل و عیال اور مال مویشی ان کو واپس لوٹادیے جائیں گے۔ ادھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا انتظار کرتے رہے اُدھر بنو ہوازن اس کشمکش میں رہے کہ ہمارا جانا فائدہ مند بھی ہو گایا نہیں۔ جب دیکھا کہ وہ لوگ نہیں آ رہے تو آخر کار اتنے انتظار کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اموالِ غنیمت اور قیدیوں کو تقسیم فرمادیا۔ جب یہ سب تقسیم ہو چکی تو بنو ہوازن کے چودہ معززین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ اسلام قبول کر چکے تھے اور انہوں نے بتایا کہ ہمارا سارا قبیلہ بھی اسلام قبول کر چکا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رحم کی درخواست کرتے ہوئے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! ہم خاندانی لوگ ہیں اور باعزت ہیں۔ جس مصیبت اور پریشانی سے ہم دوچار ہیں وہ آپ سے پوشیدہ نہیں۔ آپ ہم پر احسان کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر احسان فرمائے گا۔ اس وفد کا سردار ابو صرد زُهَيْرِ بْنُ جَرْوَلٌ تھا۔ یہ خطیب اور شاعر بھی تھا۔ اس نے بڑے لشین اور دل پر اثر کرنے والے انداز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور رحم کی اپیل کی اور کہایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان گرفتار ہونے والوں میں آپ کی پھوپھیاں، آپ کی خالائیں اور آپ کی بہنیں بھی ہیں جو آپ کی پرورش کرتی رہی ہیں اور آپ کو کھلائی پلاٹی رہی ہیں۔ اس نے یوں کیوں کہا؟ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بُنُوْسَعْدَ کے قبیلے میں رضاعت کا زمانہ گزارا تھا اور وہاں پرورش پائی تھی اور آپ کے رضائی والدین کا تعلق بُنُوْسَعْدَ سے تھا جو بنو ہوازن کی شاخ تھی۔ پھر اس نے کہا کہ اگر ہم نے دودھ پلانے کا احسان غسالی بادشاہ حارث بن آبی شمریا عراق کے بادشاہ نعمان بن منذر پر کیا ہوتا اور ہم پر اس طرح کی مصیبت آئی ہوتی تو وہ ہم پر ضرور رحم کرتے اور آپ تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے اور جود و سخا

کے مالک ہیں۔ اس کے بعد اس نے آپ کی مدح اور توصیف میں ایک قصیدہ بھی کہا۔ اس وفد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضائی چچا بھی تھے۔ انہوں نے بھی کچھ اس طرح کے ملے جملے جذبات پر تقریر کی اور یہ بھی کہا کہ جب آپ بچپن میں ہمارے پاس تھے تو بھی میں نے آپ کو دیکھا تھا۔ آپ بہت ہی اچھے تھے۔ پھر آپ کی جوانی کے عالم میں مجھے آپ کی زیارت کی سعادت نصیب ہوئی۔ جوانی میں بھی کوئی شخص آپ سے بڑھ کر نیک طبع اور شریف نفس نہ تھا۔ آپ تو جسم خیر و بھلائی ہیں اور جود و سخا کے دریا ہیں۔ ہم آپ کے اپنے اور آپ ہی کے خاندان سے ہیں لہذا ہم پر احسان کریں۔ اللہ آپ کو اس احسان مندی کا بدل ضرور دے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دردمندانہ التجاہیں سنیں اور ان کی درخواست کو رد تو نہ فرمایا بلکہ فرمایا: میں نے تو بہت دنوں تک تمہارا انتظار کیا یہاں تک کہ مجھے یقین ہو گیا کہ اب تم نہیں آؤ گے اور اب تم دیکھ رہے ہو کہ قیدیوں میں سے میرے پاس بہت ہی تھوڑے رہ گئے ہیں۔ باقی سب تقسیم ہو چکے ہیں اور میرے نزدیک سب سے پسندیدہ بات وہ ہے جو سب سے زیادہ سچی ہو۔ لہذا اب تم دو چیزوں میں سے ایک چیز کا انتخاب کر سکتے ہو۔ قیدی مرد و عورتیں یا مال و اسباب۔

ان میں سے جو لینا ہے لے سکتے ہو۔ میں نے تو تمہارا بہت انتظار کیا تھا۔ چاہتا تو یہ تھا کہ تمہیں دونوں دے دوں۔ بنو حوَّازِن کے وفد نے جب ساری صورتحال دیکھی تو انہوں نے عرض کیا کہ ہم اپنے قیدی یعنی اپنے مرد اور عورتیں واپس لینا چاہتے ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اور بنو عبد المطلب کے حصہ میں آنے والے جو قیدی ہیں وہ تو آپ کے ہی ہوئے یعنی میں ان کو تو آزاد کرتا ہوں، تمہیں واپس دے دیتا ہوں۔ اور دوسرے قیدیوں کے متعلق میں باقی مسلمانوں سے بات کروں گا جو ان کو میں دے چکا ہوں اور ساتھ ہی وفد کے لوگوں کو اس کا ایک حل بھی بتایا کہ تم لوگ کس طرح کیا کرنا۔ تم نماز ظہر کے بعد لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر کہنا کہ ہم مسلمانوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا سفارش کرنے والا بناتے ہیں اور مسلمانوں کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

سفارش کرتے ہیں کہ ہماری اولاد اور ہماری عورتوں کو چھوڑ دیا جائے اور ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں کے سامنے اپنے اسلام قبول کرنے کا اظہار کر دینا اور کہنا کہ ہم تمہارے بھائی ہیں۔ پھر میں لوگوں سے تمہاری سفارش کر دوں گا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سفارش کر دوں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کریمانہ انداز، جُود و سخا کا ایک پیارا انداز ہے کہ خود ہی قیدیوں کی رہائی کا طریق سکھلا رہے ہیں کہ عام مسلمانوں کی عزت نفس کا بھی خیال رہے کیونکہ قیدی تواب ان کی ملکیت ہو چکے تھے اور ہوازن کی عزت افزائی بھی ہو جائے۔ اہل وفاد نے اسی طرح ظہر کی نماز کے بعد کھڑے ہو کر عرض کیا جس طرح پر آپ نے فرمایا تھا۔

بخاری کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

تمہارے بھائی تائب ہو کر تمہارے پاس آئے ہیں۔ میں ان کے قیدی انہیں واپس کرنا چاہتا ہوں۔ جو بھی اپنی خوشی سے ایسا کرنا چاہے کر سکتا ہے اور جوان کے عوض ہم سے کچھ لینا چاہے وہ ایسا بھی کر سکتا ہے۔ میں اوقیان حاصل ہونے والے غنائم میں سے اس کا حق واپس کر دوں گا

اور ساتھ ہی اپنے اپنے خاندان یعنی بنو عبدالمطلب کے قیدی واپس کرنے کا اعلان فرمایا۔

صحابہ کرام تو اپنی جانوں اور اپنے بیوی بچوں اور ماں باپ سے بھی بڑھ کر آپ سے محبت کرنے والے تھے۔ وہ کہنے لگے یا رسول اللہ آپ کی خوشی کی خاطر ہم خوش دلی سے اپنے قیدی ہوازن کو واپس کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اس جذبے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے لیکن آپ نے مناسب سمجھا کہ سب کی رضامندی اور خوش دلی معلوم ہو جائے۔ چنانچہ فرمایا: مجھے یہ پتا نہیں چل رہا کہ تم میں سے کس نے اجازت دی ہے اور کس نے نہیں دی کیونکہ عام مجھ میں سب بول رہے تھے۔ اس لیے تم واپس جاؤ اور تمہارے سردار اور نگران میرے پاس آ کر اپنے لوگوں کا موقف پیش کریں۔ آپ کے اس ارشاد پر سب لوگوں نے خوشی خوشی اپنے قیدی واپس دینے کا اظہار کیا اور ان کے نگرانوں نے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر دیا اور یوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عظیم احسان اس دشمن قوم پر ہوا کہ تمام قیدی بغیر کسی عوض معاوضہ کے واپس کر دیے اور اپنے مخلص و فاشعار محبت کرنے والے صحابہ کے جذبات کا بھی اس طرح خیال رکھا کہ آپ نے فرمایا کہ ہر ایک قیدی کے بد لے میں چھ چھ اونٹ دیے جائیں گے۔ حضرت عمر کی محبت و اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نمونہ تھا کہ قیدیوں کی اس آزادی کے وقت وہ وہاں موجود نہیں تھے۔ جب واپس آئے تو دیکھا کہ غلام خوشی سے جھوم رہے ہیں، قیدی خوشی سے جھوم رہے ہیں۔ پوچھنے پر پتا چلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام قیدی آزاد کر دیے ہیں تو انہوں نے یہ سنتے ہی کسی قسم کی مزید جستجو اور تحقیق کی ضرورت نہ سمجھی اور فوراً اپنے بیٹھے سے کہا کہ اے عبد اللہ! جاؤ اور میری اس لوئڈی کو آزاد کر دو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عطا فرمائی تھی۔

**آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو هوازن کے ان قیدیوں کو نہ صرف بغیر کسی عوض**

**معاوضہ کے آزاد فرمادیا بلکہ انہیں کپڑے بھی عطا کیے**

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید افرمایا۔ **فَلَا يُخْرِجُ الْحُرُّ مِنْهُمْ إِلَّا كَأَسِيَّا** کہ ان میں سے کوئی بھی آزاد ہونے والا نئے لباس کے بغیر نہ جائے۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل کے لیے نئے کپڑوں کی خریداری کے لیے ایک صحابی **بُشَّمَيْنُ سُفِيَّانٌ** کو بھیجا تو وہ نئی چادریں لے کر آئے اور ہر قیدی کو نیا لباس بھی دیا گیا۔  
(معجم بخاری کتاب العتن باب من ملک من العرف ریقا حدیث 2539-2540)  
(ما خوذ از سیرت النبی لابن ہشام صفحہ 130 دارالكتب العلمیہ 2001ء)  
(دائرۃ معارف سیرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلد 9 صفحہ 309 تا 314 بزم اقبال لاہور)  
(غزوہ حنین از باشیل صفحہ 266 نفیس اکیڈمی)

روایت کے مطابق تین افراد ایسے تھے کہ انہوں نے اپنے قیدی واپس دینے سے انکار کر دیا۔  
**أَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ** نے کہا کہ جہاں تک میرے اور بتونیم کا تعلق ہے ہم انکار کرتے ہیں۔ **عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنَةِ أَنَّارِي** نے کہا کہ میں اور میرا قبیلہ بنو فئہ از کا انکار کرتے ہیں اور عباس بن مِرْدَّا اس نے کہا کہ میں اور بنو سُلَيْمٰن قیدی واپس نہیں کریں گے لیکن بنو سُلَيْمٰن نے سنتے ہی اپنے سردار کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ جو کچھ ہمارا ہے وہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا۔

بعض دوسری روایات کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنو هوازن کے تمام

قیدی آزاد ہیں اور جو اپنا قیدی آزاد نہیں کرنا چاہتا اس کو اس کے بد لے بیت المال سے چھ جوان اونٹ بطور معاوضہ دیے جائیں گے۔ چنانچہ اس پر وہ سب لوگ بھی راضی ہو گئے جو اپنے قیدی دینے کو تیار نہ تھے اور یوں بنو ہوازن کے چھ ہزار قیدی آزاد کر دیے گئے۔

بعض روایات کے مطابق عیینہ بن حصن فناڑی نے اپنا قیدی پھر بھی واپس نہ کیا لیکن اس نافرمانی کی وجہ سے اس کو سخت شرمندگی اٹھانی پڑی اور وہ خیر و برکت سے بھی محروم رہا۔

چنانچہ لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ سب نے اپنے قیدی واپس کر دیے ہیں سوائے عیینہ کے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اسے گھاٹے میں رکھے۔ اس کے قیدی کا واقعہ یوں ہے کہ اس نے جوان عورت کے بجائے ایک بوڑھی عورت کو بطور قیدی کے لیا تھا اور لوگوں کے پوچھنے پر بتایا کہ اس کے خاندان والے جب اس کو چھڑانے کے لیے آئیں گے یعنی اس بڑھیا کو تو مجھے اس کامنہ مانگا فدی یہ ملے گا کیونکہ اس کی آل اولاد کثیر تعداد میں ہو گی۔ اب جب سارے قیدی آزاد کر دیے گئے لیکن اس نے آزاد کرنے سے انکار کر دیا تو اس بوڑھی عورت کا بیٹا عیینہ کے پاس آیا اور اس کو کہا کہ سو اونٹ کے عوض ہماری والدہ کو آزاد کر دو۔ عیینہ نے سوچا کہ ابھی یہ قیمت کو مزید بڑھائے گا۔ چنانچہ اس نے آزاد کرنے سے انکار کر دیا جس پر اس کا بیٹا واپس چلا گیا۔ کچھ دیر بعد جب عیینہ کو یہ احساس ہوا کہ وہ دوبارہ واپس نہیں آئے گا تو عیینہ خود اس کے بیٹے کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ جتنے اونٹ تم دے رہے تھے کیا بھی دیتے ہو تو اس لڑکے نے کہا کہ اب تو میں پچاس اونٹ دوں گا۔ اس طرح کرتے کرتے دس اونٹوں تک بات پہنچ گئی۔ وہ کچھ اور مانگتا اور پھر وہ کہتا اچھا میں یہ بھی نہیں دیتا۔ تو کہتا اچھا پھر اتنے دے دو۔ آخر کم ہوتے چلتے گئے۔ آخر کار بات یہاں تک پہنچی کہ عیینہ کہنے لگا کہ بڑھیا میرے سے مفت ہی لے جاؤ۔ اس پر لڑکا کہنے لگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہر قیدی کو آزاد کرنے کے ساتھ لباس بھی دیا ہے اور یہ بڑھیا تو اس سے محروم رہ گئی۔ لہذا تم اس کے لیے لباس بھی دو۔ عیینہ کہنے لگا میرے پاس تو کچھ بھی نہیں میں تو پہلے ہی بہت غریب ہوں۔ میں نے لاچ کیا تھا اس میں بھی مارا گیا لیکن لڑکا بضدر رہا کہ کچھ نہ کچھ تو ضرور دو۔ آخر عیینہ کو اپنی چادر دینی پڑی اور یوں وہ لڑکا اس قیدی عورت کو بھی لے کر

گیا اور ساتھ لباس بھی اور جاتے جاتے یہ بھی اس شخص عیینہ کو کہتا گیا کہ تمہارا دماغ فہم و فراست سے بالکل خالی ہے موقع سے فائدہ اٹھانے کی تم میں بالکل صلاحیت نہیں اور اس کے دوسرا ساتھی بھی اس پر طعن و تشنیع کرتے رہے۔

(سلیمانی، جلد 5 صفحہ 394-393 دارالكتب العلمیہ 1991ء)

(غزوہ حنین از باشیل صفحہ 295-297 نفیس اکیڈمی)

(دائرہ معارف سیرت رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 315-314 بزم اقبال لاہور)

(غزوۃ النبی ﷺ از علی بن برہان الدین حلی مترجم اردو صفحہ 681-680 دارالاشاعت 2001ء)

لنج سے آخر اس کو کچھ بھی نہ ملا۔

بنو ہوازن کے سردار اور مالک بن عوف کے اسلام قبول کرنے کے بارے میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ہوازن کے وفد سے ان کے سردار مالک بن عوف کے بارے میں پوچھا کہ وہ کہاں ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ وہ طائف میں بُنُوثِقِیف میں ہے۔ آپ نے ان سے کہا کہ اسے اطلاع دو کہ اگر وہ آپ کی اطاعت و فرمانبرداری قبول کرتے ہوئے آجائے تو اس کے اہل و عیال جو قیدی ہو چکے تھے وہ بھی اسے واپس کر دیے جائیں گے۔ بعض روایات کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اہل و عیال کے لیے یہ خاص حکم دیا تھا کہ وہ بطور غلام وغیرہ کے کسی کو نہ دیے جائیں اور ان کی رہائش کا انتظام مکہ میں اُمّ عبد اللہ بنتِ ابی اُمییہ کے ہاں کر دیا گیا۔ انہوں نے اسے فوراً اطلاع پہنچائی۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کے لیے اسی وقت تیار ہو گیا لیکن بُنُوثِقِیف سے اس وجہ سے ڈر گیا کہ اگر انہیں علم ہو گیا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا رہا ہے تو کہیں وہ اسے قید نہ کر دیں۔ اس لیے اس نے ایک گھوڑا اور اونٹ تیار کیا اور رات کی تاریکی میں طائف سے نکل کر چُغرانہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس کے اہل و عیال بھی لوٹا دیے اور ایک سو اونٹ تختنہ بھی دیے۔ آپ کی بخشش و عنایت دیکھ کر وہ مسلمان ہو گیا اور پھر ساری عمر ایک مخلص مسلمان رہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں اس کو قوم ہوازن کے مسلمانوں کا حاکم اور اس کی فوج کا سالار بنادیا۔

(غزوہ حنین از باشیل صفحہ 299-300 نفیس اکیڈمی)

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام صفحہ 797 امر اموال ہوازن و سبایا، دارالكتب العلمیہ بیروت 2001ء)

یہ وہی مالک بن عوف تھا جو سارے بنو حوازن اور ٹقیف اور دوسراے قبیلوں کو اکٹھا کر کے لے آیا تھا کہ مسلمانوں کو نیست و نابود کر دے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کا پیاسا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ اور عفو و درگزر کا کمال یہ ہے کہ آپ اس کی رشد و ہدایت کے پیاس سے تھے اور جب وہ ہدایت کا طالب ہو کر آیا تو نہ یہ کہ سب کچھ معاف کر دیا بلکہ اسے وقت کی بیش قیمت دولت کے لحاظ سے سوانح بھی عطا فرمادیے۔

اس جنگ کے قیدیوں میں ایک خاتون شیئاء بھی تھیں، یہ ان کا لقب تھا ان کا اصل نام حذافہ تھا۔ جب وہ گرفتار ہوئیں تو گرفتار کرنے والوں سے کہنے لگیں کہ میں تمہارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی بہن ہوں مگر صحابہ نے نہ مانا۔ انصار کی ایک جماعت نے کپڑا اور انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ اس نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کی رضاعی بہن ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کوئی نشانی ہے؟ انہوں نے دانتوں کا نشان دکھایا اور کہا کہ آپ نے مجھے اس وقت کاٹا تھا یعنی بچپن میں اس وقت دندی کاٹ لی تھی جب میں آپ کو اپنی گود میں اٹھائے ہوئے تھی۔ بعد میں واقعہ آپ کو بھی یاد آیا ہو گا اور کہتی ہیں ہم اس وقت بکریاں چراتے تھے اور آپ کا رضاعی باپ میرا حقیقی باپ آپ کی رضاعی ماں میری حقیقی ماں ہے۔ یا رسول اللہ! یاد فرمائیں کہ میں آپ کے لیے بکریوں کا دودھ دو ہتی تھی۔

آپ نے علامت سے پہچان لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے کھڑے ہوئے اور اپنی چادر بچھادی۔ فرمایا اس پر بیٹھو۔ آپ نے انہیں خوش آمدید کہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اس سے رضاعی والدین کے بارے میں پوچھا۔ اس نے بتایا کہ ان کا انتقال ہو چکا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم بہتر سمجھو تو ہمارے پاس ٹھہر جاؤ۔ تمہیں عزت اور اکرام اور محبت ملے گی اور اگر تم اپنی قوم کے

پاس واپس جانا چاہتی ہو تو میں تمہارے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں تم وہیں چلی جاؤ۔

اس نے کہا کہ میں اپنی قوم کے پاس واپس جانا چاہتی ہوں۔ بہر حال انہوں نے اسلام قبول کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تین غلام اور ایک لوئڈی عطا کی اور انہیں ایک یادداو نٹ دینے کا حکم فرمایا۔ آپ اس وقت حنین میں تھے۔ اس لیے آپ نے انہیں فرمایا جعرانہ چلی جاؤ اور اپنی قوم کے پاس رہو۔ میں طائف جا رہا ہوں۔ چنانچہ وہ جعرانہ آگئیں۔ آپ نے جعرانہ میں ان سے ملاقات کی اور انہیں بکریاں اور بھیریں بھی عطا کیں۔ ایک روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا جو مانگو تمہیں دیا جائے گا اور جو سفارش تم کرو گی وہ قبول کی جائے گی تو انہوں نے اپنی قوم بنو سعد کے ایک شخص جس کا نام بَجَاد تھا اس کی سفارش کی۔ اس شخص نے ایک مسلمان کو قتل کر کے اس کو جلا دیا تھا اور بھاگ گیا تھا لیکن صحابہ نے اس کو پکڑ لیا تھا۔ اب جب شیعیاء نے اس کی معافی کی سفارش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاف کر دیا۔

(غزوہ حنین از باشميل صفحه 389-390 نفیس اکیڈمی)

(سلی اللہ علیہ وسلم فی سیرۃ خیر العباد جلد 5 صفحہ 333 دارالکتب العلمیہ 1993ء)

(دائرۃ معارف سیرت محدث اللہ علیہ السلام جلد 9 صفحہ 318-319 بزم اقبال لاہور)

تفصیل تو نہیں ہے لیکن پھر آپ نے بعد میں یقیناً اس کی دیت وغیرہ بھی ادا کی ہو گی۔

ابوداؤد کی روایت کے مطابق جعرانہ کے مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضائی والدہ کا بھی آپ سے ملنابیان ہوا ہے۔ یہ کہا گیا ہے لیکن یہ کہتے ہیں کہ اس کی سند کمزور ہے۔ والدہ نہیں ملی تھیں۔ ممکن ہے کہ رضائی والدہ کا ملنا کسی اور موقع کی بابت ہو یا راوی کو غلطی بھی لگی ہو کیونکہ عمومی روایات کے مطابق جنگ حنین سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضائی والدہ کی وفات ہو چکی تھی۔

(غزوہ حنین از باشميل صفحہ 289 نفیس اکیڈمی)

(سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی بِرِّ الْوَالِدَيْن حدیث 5144)

(ماخوذ از سیرت ابن کثیر جلد 3 صفحہ 690 دارالمعرفہ بیروت لبنان 1976ء)

(فتح الودود جلد 7 صفحہ 410 مکتبہ جائزہ دبی الدولیہ للقرآن الکریم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ سے مدینہ ہجرت کی تھی اس وقت اہل مکہ نے اعلان کیا تھا کہ جو بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ یا مردہ پکڑ کر لائے گا اس کو سو اونٹ انعام دیا جائے گا۔ یہ واقعہ بڑا مشہور ہے۔ کئی دفعہ بیان بھی ہو چکا ہے۔ یہ سن کر سراقد بن مالک جو تھا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کا تعاقب کیا اور آپ تک پہنچا لیکن اس وقت مجزانہ طور پر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرمائی اور سراقتہ کو بے بس کر دیا۔ اس وقت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا تھا کہ سراقتہ تیرا اس وقت کیا حال ہو گا جب کسری کے کنگن تیرے ہاتھوں میں ہوں گے۔ اس وقت اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے امان کی ایک تحریر بھی لکھ کر دی جانے کی درخواست کی تھی وہی سراقتہ وہی امان نامہ لیے

جعرانہ مقام پر حاضر ہوا اور اسلام قبول کر لیا۔

(ما خواز دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد ۹ صفحہ 307-306 بزم اقبال لاہور)

اس موقع پر

### حضرت عمرؓ کی ایک نذر

کا بھی ذکر ملتا ہے جو انہوں نے مانی تھی۔ حضرت عمرؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! دور جاہلیت میں میں نے ایک نذر مانی تھی کہ

میں مسجد حرام میں ایک دن اعتکاف کروں گا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ارشاد ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ جائیں اور نذر پوری کریں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ گئے اور اپنی نذر پوری کی۔

(صحیح بخاری کتاب الاعتكاف باب من لم ير عليه اذا اعتكف حدیث 2042)

(فتح الباری کتاب المغازی جلد ۸ صفحہ 43 تدبیک کتب خانہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابھی جعرانہ میں ہی تھے کہ ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کے ارادے سے یہاں سے مکہ تشریف لے گئے اور روایات کے مطابق رات کو گئے اور اسی رات کو ہی واپس تشریف لائے۔

آپ چونکہ بہت تھوڑے وقت کے لیے گئے تھے اس لیے لوگوں نے یہی سمجھا کہ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف ہی نہیں لے گئے۔

(غزوات النبی ﷺ از امام جلی مترجم اردو، صفحہ 683 دارالاشراعت 2001ء)

(عمدة القاری کتاب الحج جلد ۹ صفحہ 301 دار احیاء التراث 2003ء)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد ۹ صفحہ ۳۷۵ بزم اقبال لاہور)

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ واپسی

کے بارے میں لکھا ہے کہ ذوالقعدہ کے بارہ دن ابھی باقی تھے اور جمعرات کادن تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ واپسی کا سفر شروع فرمایا۔ اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عَتَابُ بْنُ آسِید کو مکہ کا عامل مقرر فرمائے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ حضرت حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابو موئی اشعری کو پچھے چھوڑا تاکہ وہ لوگوں کو قرآن اور دین کی تعلیم دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ جانور اپنے ساتھ رکھے تاکہ راستے میں ملنے والے لوگوں کو عطا کر سکیں۔ آپ وادی جعرانہ سے چلے۔ سَاف سے ہوتے ہوئے پھر مَرْأَة الظَّهْرَان پہنچے اور پھر نو دن کے سفر کے بعد مدینہ پہنچ گئے۔ ذوالقعدہ کی تین راتیں ابھی باقی تھیں۔

ان ساری مہماں اور فتح مکہ، فتح ھوازن اور اہل طائف پر حملے میں دو ماہ اور رسولہ دن

صرف ہوئے۔

(ما خود از سبل الحمدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد جلد ۵ صفحہ ۴۰۶-۴۰۷ دارالكتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۳ء)

(غزوہ حنین از باشیل صفحہ ۳۰۶-۳۰۷ نیں اکیڈمی)

## مستشر قین اعترافات کرتے ہیں

انہوں نے فتح مکہ، غزوہ چنین، غزوہ طائف وغیرہ کے بارے میں اعتراض کیا ہے۔ گوستشر قین کو کوئی حقیقی بات تو قابل اعتراض نہیں ملی البتہ ان کے ایک دو اعتراض ایسے ہیں جن کو میں بیان کر دیتا ہوں۔ چنانچہ ولیم منگری و اٹ جو عصر حاضر کا مستشر قریب ہے یہ کہتا ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ سوائے چند ایک عورتوں کے جو کبار صحابہؓ کو دی گئیں باقی لوٹ کامال اور قیدی مسعود بن عہزو غفاری کی نگرانی میں جعرانہ میں رکھے گئے۔

(Muhammad at Madina by W.Montgomery Watt Page73 Chapter The Battle of Hunayn, The Consolidation of Victory Oxford University Press Karachi 2006)

اسی طرح سر ولیم میور لکھتا ہے کہ قیدیوں میں سے تین خوبصورت عورتیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی گئیں آپ نے ان میں سے ایک حضرت علی، ایک عثمان اور ایک حضرت عمر کو عطا کر دی

اور حضرت عمر نے اپنے حصہ والی عورت اپنے بیٹے حضرت عبد اللہ کو دے دی۔ باقی دو کے بارے میں معلوم نہیں کہ ان کے ساتھ کیا ہوا۔ بہر حال لکھتا ہے کہ اس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ کا اندر ورنی علم ہو جاتا ہے کہ آپ ایسی قیدی لڑکیاں ان کو دے رہے ہیں جن میں سے ایک آپ کی بیوی کا والد ہے اور دو آپ کی بیٹیوں کے خاوند ہیں۔

(The Life of Mahomet by Sir William Muir page 435 Chapter The Hawazinite Prisoners Released,Mahomet Presents Female Slaves to Ali,Othman and Omar London Smith,Elder, &CO.,15 Waterloo Place 1878)

یعنی کہ خویش پروری کی ہے جو پہلے دے دیا۔

پھر اعتراض سے یا شرارت سے ایک واقعہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اس میں بھی کوئی وزن نہیں ہے کیونکہ غزوہ حنین کے موقع پر قیدیوں کی اس طرح کی تقسیم جس میں لوندیوں کو اس طرح دینے کا بیان ہوا س کاذک سیرت حلبیہ، طبقات ابن سعد میں نہیں ملتا البتہ مال کی تقسیم کاذک رملتا ہے۔ طبقات ابن سعد میں لکھا ہے کہ اس روز مسلمانوں کو چھ ہزار قیدی ملے۔ مشرکین مسلمان ہو کر آپ کے پاس آئے اور کہا اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ لوگوں میں سب سے بہتر ہیں۔ آپ نے ہمارے مال عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ آپ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ جس کے پاس ان میں سے کچھ ہو اور اس کا دل واپس کرنے پر راضی ہو تو یہ راستہ بہتر ہے۔ جو راضی نہ ہو تو وہ ہمیں دے دے یہ ہم پر قرض ہو گا۔ جب ہم کچھ پائیں گے تو یہ قرض ادا کر دیں گے۔ انہوں نے کہا: یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ہم راضی ہیں اور تسلیم کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: مجھے نہیں معلوم شاید تم میں سے کوئی ایسا موجود ہو جو راضی نہ ہو جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے لہذا تم اپنے نمائندے بھیجو جو ہمارے پاس اسے پیش کریں۔ آپ کے پاس نمائندے پیش کیے گئے کہ وہ لوگ راضی ہیں اور تسلیم کرتے ہیں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء 2 صفحہ 118 غزوہ رسول اللہ ﷺ الی حنین دارالكتب العلمیہ بیروت 1990ء)

پہلے غزوہ حنین کے قیدیوں کے انتظامات اور ان کی رہائی کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحیمانہ حکمتِ عملی کے بارے میں مستند تاریخوں کے حوالے سے تفصیل بیان ہو چکی ہے۔ اس تاریخی حقیقت سے خود سر ولیم میور بھی بخوبی آگاہ ہے۔ اسی وجہ سے میور اس تفصیل کو باوجود اپنی معتبرضانہ طرز پر بیان کرنے کے اس سچائی کے اظہار سے رک نہیں سکا۔ وہ لکھتا ہے کہ حنین کے تمام قیدی آزاد

کر دیے گئے تھے۔

(The Life of Mahomet by Sir William Muir page435 Chapter The Hawazinite Prisoners Released, Mahomet Presents Female Slaves to Ali, Othman and Omar London Smith, Elder, & CO., 15 Waterloo Place 1878)

اس کا یہ بیان بذاتِ خود اس کے اعتراض کی تردید کرتا ہے۔ اس غزوہ کے واقعات کا جائزہ یہ بتاتا ہے کہ ابتدائیں قیدیوں کو نگرانی کے لیے صحابہ کے سپرد کیا گیا تھا لیکن ساتھ یہ بھی واضح ہے کہ انتظامات کو آخری شکل دے کر ان سب کو حضرت مسعود بن عمر و غفاری کی زیر نگرانی جعرانہ بھجوادیا گیا تھا۔ پھر جب طائف سے واپس آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوازن والوں سے گفت و شنید کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص رحیمانہ حکمتِ عملی کے ساتھ ہر شخص کے سپرد قیدی کو آزاد کروادیا تھا۔ پہلے بیان شدہ تفصیل میں یہ سب کچھ بیان ہو چکا ہے میں نے پہلے بھی بیان کیا ہے اور معروف مستشرق ملتگرمی و اٹ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہے کیونکہ وہ اسی جگہ لکھتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لمبے عرصہ بعد سننے والوں نے ایسے قصوں میں حاشیہ آرائی کی ہے یا ممکن ہے کہ یہ قصے خود ساختہ و خود تراشیدہ ہوں۔

(Muhammad At Medina by W. Montgomery Watt page 73 Chapter The Battle of Hunayn, The Consolidation of Victory Oxford University Press Karachi 2006)

ایک اور اعتراض مارگولیس نے طائف کے سردار مالک بن عوف نصری کے بارے میں کیا ہے کہ اسے یعنی مالک بن عوف کو جبراً مسلمان بنالیا گیا تھا۔

(Mohammed And The Rise of Islam by D.S Margoliouth Page 403 Chapter The Taking of Mecca G.P Putnam's Sons New York and London The Knickerbocker Press Third Edition)

مارگولیس کا یہ اعتراض بالکل بے بنیاد ہے اور مستشرقین کے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے متعلق عمومی روایہ کی مثال ہے کہ کس طرح اس رحمتہ للعالمین کی شفقت کے واقعہ کو بھی جبراً کارنگ دیا جاتا ہے جس کا حقیقت سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس واقعہ کی تفصیل سیرت ابن ہشام میں درج ہے کہ جب حضرت رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے وندھوازن کی رحم کی اپیل قبول فرماتے ہوئے ان کے قیدی اور اموال انہیں واپس کر دیے تو جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے آپ کو طائف میں موجود سردار مالک بن عوف کا بھی خیال آیا اور آپ نے ان سے پوچھا کہ مالک بن عوف کا توبتاً کہ

اس کا کیا حال ہے؟ عرض کیا گیا وہ ثقیف کے ساتھ طائف میں ہے۔ تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی رحم کا ایک بار پھر مالک بن عوف کے حق میں مظاہرہ ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جا کر اسے خبر کرو کہ اگر وہ اسلام قبول کر لے تو اس کے اہل و عیال اور مال اسے لوٹادیے جائیں گے۔ اور اسی پر بس نہیں بلکہ فرمایا کہ اسے ایک سو اونٹ بھی دیے جائیں گے۔

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فاتح ہیں کوئی غرض یا فائدہ مالک بن عوف سے آپ کو مطلوب نہیں ہے اور کسی بھی قانون کے تحت مالک بن عوف کے تعلق میں آپ ایک ذرے کے بھی ذمہ دار نہیں ہیں لیکن اپنے ازی جذبہ رحم کے ساتھ اسے اسلام قبول کرنے کا پیغام بھجواتے ہیں اور اس کے اہل و عیال اور مال اور اونٹ عطا کرنے کا وعدہ فرماتے ہیں۔

ادھر مالک کے دل میں بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام پہلے ہی گھر کر چکا تھا چنانچہ جب اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پیغام ملا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لیے روانہ ہوا۔ طائف سے چل کر جعرانہ یا مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ ملے۔ مالک اب مسلمان ہو گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کے اہل اور ان کے اموال اور مزید سو اونٹ عطا فرمائے اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اسلام قبول کرتے وقت انہوں نے اشعار بھی کہے جن میں سے ایک شعر یہ تھا کہ

مَا إِنْ رَأَيْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِيَثْلِهِ

فِي النَّاسِ لُكْلِهِمْ بِيَثْلِ مُحَمَّدٌ

کہ میں نے سب لوگوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا شخص نہ کبھی دیکھا ہے اور نہ کبھی اس پائے کے شخص کے متعلق سنا ہے۔

(السیرة النبوية لابن هشام صفحہ 797 امر اموال هوازن و سبایاها... دار الکتب العلمیہ بیروت 2001ء)

تو یہ تھے کل واقعات حُسین کے۔ بعد میں باقی سَمِيَّات ان شاء اللہ بیان ہوں گے۔

اس وقت میں

دوم روئین کا ذکر

## کرننا چاہتا ہوں۔ ان کا جنازہ بھی بعد میں پڑھاؤں گا۔ پہلا ہے مکرم ڈاکٹر لیق احمد فرخ صاحب۔

یہ کینڈا میں تھے۔ وہاں فوت ہوئے۔ انہوں نے کافی سال واقف زندگی ڈاکٹر کے طور پر افریقہ میں خدمت انجام دی ہے۔ ان کی گذشتہ دنوں تراسی سال کی عمر میں وفات ہوئی ہے۔ *إِنَّا إِلَهُ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَجِعُونَ* مرحوم موصی بھی تھے۔ ان کے پسمند گان میں اہلیہ ایک بیٹا اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ مجلس نصرت جہاں کے تحت 1974ء میں یہ گھانا بھجوائے گئے۔ 1978ء تک وہاں سینٹرل ہسپتال میں خدمت انجام دیتے رہے۔ تین سال وقف کی تکمیل کے بعد ان کی خرابی صحت کی وجہ سے انہوں نے رخصت چاہی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؑ نے ان کو مزید ایک سال کام کرنے کے لیے کہا۔ بڑے بڑے کیس ان کے پاس آتے تھے۔ جو مشکل کیس تھے ان کے پاس آتے تھے۔ بعض کیسز refer کرتے تھے کہ دوسرے ہسپتال، سرکاری ہسپتال میں لے جائیں لیکن مریض کہتا تھا کہ نہیں اگر میں نے علاج کرانا ہے تو احمد یہ ہسپتال سے اور احمدی ڈاکٹر سے کرانا ہے اور کئی ایسے آپریشن ہوئے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے کامیاب ہوئے جن کی امید بھی نہیں ہوتی تھی۔ بہر حال ایسا ہی ایک کیس آیا جو Strangulated ہر نیا کاتھا۔ بڑا مشکل کیس تھا اس کو آپ نے کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے کامیاب کیا۔ 84ء میں یہ دوبارہ افریقہ میں گیمبیا بھجوائے گئے۔ اور 1993ء تک انہوں نے وہاں وقف کیا اور بڑی وقف کی روح کے ساتھ خدمت کی۔

ان کے بیٹے نے لکھا ہے اور بہت صحیح باتیں لکھی ہیں کہ بڑے خاموش طبیعت کے آدمی تھے۔ دعا گو عاجزی اور انکساری اور صبر و استقامت کی مثال تھے۔ پوری زندگی خدمت انسانیت میں گزاری۔ وقف کے دوران خاص طور پر گیمبیا کے چھوٹے اور پسمندہ گاؤں انجوارا میں حالات بہت مشکل تھے۔ کھانے کو بھی کچھ نہیں ہوتا تھا، گرمی بھی تھی۔ بجلی پانی کچھ بھی نہیں تھا لیکن وہاں خدمت کرتے رہے۔ کہتے ہیں میں بھی یہاں تھا اور میرے پاؤں میں چھالے نکل آتے تھے تو مجھے اٹھا کے سکول لے کے جاتے تھے۔ گاڑی میں بٹھاتے اور وہاں سکول میں چھوڑ کے جاتے لیکن کبھی شکوہ نہیں کیا۔ پھر کہتے ہیں کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے 1988ء میں وہاں دورہ کیا ہے تو خاص طور پر ان کے

گھر گئے اور گھر میں وہاں بیٹھنے کی کر سیاں بھی نہیں تھیں لیکن بہر حال حضور نے کہا کہ میں آپ کے ساتھ کھانا بھی کھاؤں گا اور باقی سب سٹاف کو کہا کہ باہر جاؤ اور یہ کہتے ہیں ان کے لیے بڑا اعزاز تھا۔ ہمارے لیے بڑی سعادت کا باعث تھا۔ لاہور میں ملازمت کے دوران ایک واقعہ بیان کیا کرتے تھے کہ میرا بلڈ پریشر بہت لو ہو گیا اور میز پر لیٹ گیا اور مجھے لگ رہا تھا کہ وفات ہونے والی ہے۔ ڈاکٹر ز اپنے آپ پر کچھ وہم بھی کرتے ہیں اور پتا بھی ہوتا ہے لیکن اسی دوران میں آپ کو آواز آئی کہ ابھی وقت نہیں آیا۔ کینیڈ اجاء کے آئے گا اور کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے پھر کمال رنگ میں کئی سالوں بعد اس کو وہاں پورا کیا۔

ایک دفعہ جب یہ گھانا سے واپس آئے ہیں تو 1978ء میں ان کی جماعت کاوفد خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کو ملنے گیا۔ خلیفۃ المسیح الثالث نے کہا کہ تم واپس آگئے ہو؟ میں تمہیں دوبارہ بھیجوں گا جہاں سے آئے ہو تو کہتے ہیں مجھے سمجھ نہیں آئی کیونکہ میں تو دوبارہ وقف نہیں کر رہا تھا لیکن 1983ء میں سیکرٹری نصرت جہاں ربوہ کا خط ملا کہ تمہاری تقری زیر غور ہے اس لیے آؤ اور 1984ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دوبارہ گیمبیا افریقہ بھجوادیا اور کہتے ہیں یہ مجھے عجیب لگا۔ میرے لیے مجھہ تھا کہ ایک خلیفہ نے ایک بات کی دوسرے نے اس کو پورا کر دیا۔

وہاب آدم صاحب مرحوم سابق امیر گھانا کہا کرتے تھے کہ ڈاکٹر صاحب جب بھی کسی مریض کی نازک حالت دیکھتے تو فوراً انفل پڑھنے لگ جاتے تھے۔

میں بھی ان کے قیام کے دوران گھانا میں رہا ہوں۔ میں نے ان کے ساتھ وقت گزارا ہے۔ میں نے ان کو دیکھا ہے۔ انتہائی شریف النفس، عاجز اور خدمت کرنے والے انسان تھے۔ واقفین کا بہت احترام کرنے والے تھے۔ مہماں نوازی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی بلکہ دونوں میاں بیوی مہماں نواز ہیں۔ بہت خصوصیات ایسی تھیں

جو بہت کم لوگوں میں ہوتی ہیں

داود خنیف صاحب جو آجکل جامعہ کینیڈ اکے پرنسپل ہیں گیمبیا میں امیر جماعت ہوتے تھے۔ کہتے

ہیں ہر وقت خدمت انسانیت کے لیے تیار رہتے تھے۔ نہ رات دیکھتے، نہ دن دیکھتے صرف یہ دیکھتے کہ کوئی مصیبت زدہ ہے تو فوراً اس کی خدمت کرنی ہے۔ جس علاقے کے ہسپتال میں ان کو لگایا گیا وہاں چھوٹا سا علاقہ تھا۔ دو فیریاں تبدیل کر کے وہاں جانا پڑتا تھا اور رہائش بھی ان کی پرانے متروک سٹور میں تھی جس کو صفائی کر کے گھر کے طور پر بنایا گیا تھا لیکن بڑی خوشی سے وہاں رہے۔ نہ بجائی تھی، نہ پانی تھا، نہ ٹیلیفون تھا۔ کنویں یاد ریا سے خود پانی لانا پڑتا تھا۔ موم بتنی یا لالٹین استعمال کی جاتی تھی۔ سرجری عموماً دن کے وقت سورج کی روشنی میں کرتے تھے اور اپنے جو آپریشن کے انسرٹر و منٹس تھے ان کو گیس کے چوہے پر سٹیریلاائز کرتے تھے۔ ایسے حالات میں خدمات بجالاتے رہے۔ آجکل تو ڈاکٹر اس کو ماننے کو تیار ہی نہیں ہوں گے۔ ان کو پتا بھی نہیں ہے کہ یہ کس طرح ہوتا ہے۔

یہ وہیں مقیم تھے کہ ایک دفعہ چوروں نے وہاں ایک گھر میں ڈیکٹی کی اور لوگوں کا شور پڑا۔ لوگوں نے چوروں کو گھیر لیا اس پر انہوں نے اپنے کٹلمس جو تلوار نما ان کا ایک ہتھیار ہوتا ہے وہ نکالا اور ایک شخص کے مارا اس کے سر پر شدید زخم آیا۔ فوری طور پر رات کو ڈاکٹر صاحب کو بلا یا گیا۔ انہوں نے فوری طور پر اس کی سرجری کی اور ٹارچ لائٹ اور موم بتنی کی روشنی میں اس کا آپریشن کیا جس کا آج تصور بھی نہیں ہو سکتا اور اللہ کے فضل سے سرجری کامیاب ہوئی اور وہ مریض نجی گیا۔

ایک دفعہ ایک غریب شخص ڈاکٹر صاحب کے پاس آیا۔ کہتا تھا کہ میرا گاؤں بہت دور ہے۔ ٹرانسپورٹ بھی میسر نہیں ہے۔ مریض میں لانہیں سکتا۔ آپ مہربانی کریں مریض کو دیکھ لیں۔ وہ اسی وقت اس کے ساتھ چل پڑے اور مریض کو دیکھا اور اس کا علاج کیا وہ ٹھیک ہو گیا۔ اس علاقے کا جو ممبر آف پارلیمنٹ تھا اس کو یہ پتالگا تو وہ اس بات پر آپ کا شکر یہ ادا کرنے آپ کے کلینک میں آیا اور جب بھی وہ آتا تو ہمیشہ آپ کے پاس ضرور ملنے کے لیے آتا اور اس بات کا اظہار کرتا کہ حقیقی رنگ میں انسانیت کی خدمت آپ ہی کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔ بیوی بچوں کو اپنی حفاظت میں رکھے اور انہیں صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

## دوسرा جنازہ

حمدید احمد غوری صاحب حیدر آباد انڈیا

کا ہے۔ یہ بھی گذشتہ دنوں چوہتر سال کی عمر میں وفات پا گئے تھے۔ إِنَّا إِلَهٌ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

مرحوم موصیٰ تھے۔ ان کے پسمند گان میں اہمیہ اور ایک بیٹی اور چار بیٹے ہیں پوتے پوتیاں ہیں۔ سب بچے کسی نہ کسی رنگ میں جماعت کی خدمت کر رہے ہیں۔ انعام غوری صاحب ناظراً علیٰ قادریان کے چھوٹے بھائی تھے۔ صدر غوری صاحب مبلغ سلسلہ اور صدر جماعت البانیہ کے یہ والد تھے۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند تہجد گزار تھے۔ آپ کو قرآن مجید سے بے حد محبت تھی، پڑھتے رہتے تھے۔ حفظ کرنے کی بھی کوشش کرتے تھے۔ جب تک صحت رہی نوافل ادا کرنے کے بعد فخر سے پہلے محلے میں احمدی گھروں میں جا کر نماز کے لیے دستک دیتے ہوئے مسجد جاتے تھے۔ فخر کی نماز پر لوگوں کو بلا تے۔ حج اور عمرے کی سعادت بھی ان کو نصیب ہوئی۔ خلافت کے حکموں پر چلنے والے تھے اور ہر چھوٹے سے چھوٹا حکم یا بڑے سے بڑا حکم بھی تھا تو کوشش یہ ہوتی تھی کہ میں اس پہلے عمل کروں اور کیونکہ جماعت میں خطبات بھی دیتے تھے تو کہتے کہ خود عمل کروں گا اور پھر جماعت کو بتاؤں گا اور اس پر یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کامیاب بھی ہوتے تھے۔

ہومیو پیٹھی کا علاج بھی کیا کرتے تھے۔ گھر میں دوائیوں کا ذخیرہ رکھا ہوا تھا۔ مریضوں کو مفت دیا کرتے تھے۔ مالی قربانی میں پیش پیش رہتے۔ ایک قربی عزیز نے بتایا کہ میرا بقا یا ہو گیا تھا حصہ آمد کا تو مرحوم سیکرٹری مال کے پاس گئے اور اس کی طرف سے وہ چندہ ادا کر دیا اور اس کے بعد تنبیہ کی کہ آئندہ سے یہ تمہارا بقا یا نہ ہو۔ پہلے چندہ دیا کرو۔ بہت صلح رحمی کرنے والے اور بار بار اپنے رشتہ داروں کو گھر پر الٹھا کرتے تھے۔ ان کے دکٹر سکھ میں شریک ہوتے تھے۔ مرکزی نمائندوں اور مبلغین کی بہت عزت کرتے تھے۔ نائب امیر حیدر آباد اور سیکرٹری تعلیم القرآن اپنے حلقات کے صدر جماعت بھی رہے۔ ناظم انصار اللہ بھی رہے۔ نائب صدر مجلس انصار اللہ جنوبی ہند کے طور پر بھی خدمت کی توفیق ملی۔ بہر حال کافی ان کی جماعتی خدمات بھی ہیں۔ یہاں بھی ایک دفعہ جلسے میں شامل ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے بیٹے جنازے میں شریک نہیں ہو سکتے تھے جو البانیہ میں مبلغ سلسلہ ہیں اللہ تعالیٰ انہیں بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔ بہر حال ان کی نماز جنازہ بعد میں پڑھاؤں گا۔

(الفصل انٹر نیشنل نمبر ۲۲، اکتوبر ۲۰۲۵ء، صفحہ ۳۲)